

‘کورونا وائرس’ کی عالمی وبا اور اسلام

ڈاکٹر غلام قادر لون[°]

۱۹ دسمبر ۲۰۱۹ء کو چین کے شہروہان میں ‘کورونا وائرس’ کی وبا پھوٹنے کی خبریں آئیں، جس نے اب تک تقریباً پوری دنیا کی آبادی کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے۔ ‘کورونا وائرس’ کو عالمی وبا قرار دیا جا چکا ہے، مگر بہت سے لوگ اب بھی اسے سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ ان میں اچھے خاصے دین دار مسلمان شامل ہیں۔ بعض حضرات احتیاطی تدبیر کو توکل کے منافی سمجھتے ہیں۔ نیزان کا خیال ہے کہ بیماری کا علاج کرنے سے مسلمان دائرہ متوكل سے نکل جاتا ہے۔ آئیے دیکھیں کہ اسلام کی نظر وہ میں ہمارے اس طرز عمل کی حیثیت کیا ہے؟ قرآن حکیم کی آیات کی روشنی میں طوفان، آندھی، زلزلہ اور وبا جیسی آفات عذابِ الٰہی کی مختلف صورتیں ہیں، جو انسان کی سرکشی کا بدله ہوتی ہیں، یعنی یہ سزا انسان کے ہاتھ کی کمائی ہوتی ہے۔ عذاب یا آزمائش کا مقصد انسان کو رجوع الی اللہ کی طرف مائل کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ اپنے گناہوں پر نادم ہو کر توبہ کرے اور اپنے رب سے رجوع کرے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا ہے:

تاکہ خدا ان کو ان کے بعض عملوں کا مزہ چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں۔

(الروم، ۳۱:۳۰)

اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا بھی دنیا کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے شاید وہ باز آ جائیں۔ (السجدہ ۳۱:۳۲)

ہم نے ان کو عذاب میں بکٹ لیا تاکہ وہ باز آ جائیں۔ (الزخرف ۳۸:۳۳)

○ حدی پورہ، رفع آباد (جوں و کشمیر) اور مصنف ‘مطالعہ تصوف: قرآن و سنت کی روشنی میں۔

و با کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بہت واضح اور روشن ہیں۔ اگر آج کورونا وائرس کے پھوٹتے ہی ان احکام پر عمل کیا جاتا تو دنیا کتنی پریشانی سے نجح جاتی۔

۱۸ ہمیں شام میں وبا پھوٹ جو طاعون عمواس کہلاتی ہے۔ اس وقت حضرت عمر شام کے سفر پر تھے۔ توک کے نزدیک سرغ نام کے مقام پر پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ^{رض}، حضرت یزید بن ابی سفیان ^{رض}، حضرت شرمبل ^{رض} بن حسنة جیسے کبار صحابہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضرت عمر سے عرض کی کہ ”شام میں وبا پھوٹ پڑی ہے۔“ حضرت عمر ”نمیصے میں پڑ گئے کہ اب کیا کیا جائے؟“ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس ^{رض} کو حکم دیا کہ ”مہاجرین اولین کو بلا یا جائے۔“ جب وہ حضرت عمر کے پاس آئے تو انہوں نے ان سے مشورہ کیا۔ انہوں نے الگ الگ رائیں دیں اور کسی ایک رائے پر متفق نہ ہو سکے۔ ان میں سے بعض کی رائے تھی کہ سفر جاری رکھا جائے اور بعض واپس لوٹ جانے کے حق میں تھے۔ حضرت عمر ^{رض} نے انھیں رخصت کیا اور انصار کو طلب کیا۔ انصار نے بھی الگ الگ رائیں دیں اور کسی رائے پر متفق نہ ہو سکے۔ حضرت عمر ^{رض} نے انھیں بھی رخصت کیا اور حکم دیا کہ مکہ میں جو مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے انھیں بلا یا جائے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کوئی اختلاف نہیں کیا بلکہ عرض کی کہ ”بہتر ہے کہ آپ واپس لوٹ جائیں اور ان کو خطرے میں نہ ڈالیں۔“

ان کی رائے سن کر حضرت عمر ^{رض} نے اعلان کیا کہ ہم کل صحیح واپس جا رہے ہیں۔ صحیح لوگ جمع ہوئے تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراح ^{رض} آئے اور حضرت عمر ^{رض} سے کہا کہ ”امیر المؤمنین آپ تقدیر الہی سے بھاگ رہے ہیں؟“ جس کے جواب میں حضرت عمر ^{رض} نے کہا کہ ہاں، ہم اللہ کی ایک تقدیر سے اللہ کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ حضرت عمر ^{رض} نے ایک مثال دی کہ ”لوگ اپنے اونٹوں کو لے کر ایک وادی میں اترتے ہیں، جس کا ایک کنارہ سرسبز و شاداب اور دوسرا خشک ہے۔ جو گروہ اپنے اونٹوں کو سرسبز شاداب حصے میں چڑائے تو یہ تقدیر الہی سے ہے اور جو خشک و بخیر میں چڑائے تو اس کا چڑانا بھی تقدیر الہی ہی سے ہے؟ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمن بن عوف ^{رض} تشریف لائے، جو کہیں گئے ہوئے تھے اور اس موقع پر موجود نہ تھے۔ انہوں نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا کہ ”اس بارے میں میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح حکم موجود ہے۔ میں نے آپ کو

یہ فرماتے ہوئے سناء ہے کہ جب کسی علاقے میں وبا پھیلی ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کرنے نکلا اور جب تم سنو کہ وبا پھیلی ہے تو اس علاقے میں مت جاؤ۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمرؓ کو خوشی ہوئی اور اللہ کا شکردا کرتے ہوئے لوگوں سے کہا کہ چلو۔

حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو خط لکھا کہ ”آپ سے ضروری کام ہے، مدینہ واپس آئیں“۔ مگر حضرت ابو عبیدہؓ بھانپ گئے کہ حضرت عمرؓ انھیں شام سے نکالنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے اپنے فوجیوں کا ساتھ نہ چھوڑنے کا عذر پیش کرتے ہوئے اس حکم کی تعمیل نہیں کی اور لکھا کہ ”میں ان حالات میں فوجیوں کو چھوڑ کر نہیں آسٹتا معدود سمجھیں“۔ حضرت عمرؓ نے دوسرا خط ارسال کیا کہ ”آپ نیشی علاقے میں ہیں۔ فوج کو پہاڑوں پر لے جائیں“۔ حضرت ابو عبیدہؓ حکم کی تعمیل کرنے ہی جارہے تھے کہ ان پر وبا کا حملہ ہوا اور وہ جاں بحق ہو گئے۔ انھوں نے وفات سے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کو اپنا جانشین بنایا مگر طاعون نے پہلے حضرت معاذ بن جبلؓ کے فرزند اور پھر انھیں بھی اپنی گرفت میں لے لیا۔ دونوں اللہ کو بیمارے ہو گئے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو اپنا قائم مقام نامزد کیا۔ انھوں نے امیر ہوتے ہی مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ”واجب پھوٹی ہے تو آگ کی طرح پھیلتی ہے۔ تم لوگ الگ الگ ہو کر پہاڑوں میں چھپ جاؤ اور جانیں بچاؤ“۔ یہ سن کر لوگ بھاگ بھاگ کر پہاڑوں میں جا کر چھپ گئے۔ چنانچہ بیماری کا زور کم پڑا اور کچھ دنوں کے اندر بالکل ختم ہو گیا۔

”طاعون عمواس“ کی وبا مہینوں پھیلتی رہی۔ اکابرین صحابہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت یزید بن ابی سفیان، حضرت حارث بن ہشام، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت عتبہ بن سہیل سمیت سیکڑوں اعیان و اشراف و با میں انتقال کر گئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی اولاد میں سے ۳۰۰ افراد جاں بحق ہو گئے۔ حارث بن ہشامؓ کے خاندان کے ستر افراد میں سے صرف چار زندہ رہ گئے۔ موخرین کے مطابق اس وبا میں ۲۵ ہزار مسلمان شہید ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کی طرف سے لوگوں کو منتشر ہونے کا حکم دینا، طبی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسی چیز کو ہم آج Isolation یا Social Distancing کہتے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ جہاں وبا ہو وہاں سے باہر نہیں نکلا چاہیے۔ اس میں ایک حکمت یہ ہے

کہ دبادے علاقے سے اگر لوگ باہر جائیں تو ایک تو علاقے میں افراتفری بچ جائے گی۔ تندrstت لوگ دبادے متاثر لوگوں کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور ان کی خبر گیری نہیں ہوگی۔ دوسرے یہ کہ دبادے مقام سے بھاگنے والے لوگوں میں متاثرین بھی ہوں گے، جن کی وجہ سے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی دبادے کر گرفت میں آئیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بیمار کسی تندrstت شخص کے پاس ہرگز نہ جائے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ”مرض (مرض پیدا کرنے والا مرض) تندrstت کے پاس واردنہ ہو۔ ایک اور حدیث میں دبادے علاقے سے نکلنے والے شخص کے بھاگنے کو میدان جہاد سے فرار قرار دیا گیا ہے۔ امام غزالیؒ کے بیان کے مطابق: ”دبادے شہر کی متغیر ہوا سانس کے ذریعے جسم میں جاتی ہے اور دل، پھیپھڑوں اور اندر ورنی جسم کے پردوں پر مضر اثرات ڈالتی ہے۔ اس لیے دبادے شہر سے نکلنے والے شخص کے بارے میں احتمال یہ ہے کہ وہ اندر ورنی طور پر بیماری سے متاثر ہو۔ اس لیے طاعون زدہ شہر کے لوگوں کو حدیث میں تاکید کی گئی ہے کہ وہ اللہ پر توکل کر کے اسی شہر میں قیام کریں۔ اگر وہ دبادے زد میں آکر فوت ہو جائیں تو انھیں شہید کا درجہ ملے گا۔

متعدد بیماری کے مرض سے دور رہنے میں بھی اسوہ رسولؐ موجود ہے۔ قبیلہ ثقیف کے وفد میں ایک شخص جدا می تھا، جو بیعت کرنے کے لیے آرہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں سنا تو کہلا بھیجا کہ ”تم وہیں سے واپس لوٹ جاؤ، ہم نے تمہاری بیعت قبول کر لی۔“ ایک اور حدیث میں آیا ہے: ”مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو،“ ایک مرتبہ آپؐ نے ایک جدا می سے گفتگو فرمائی تو جدا می اور آپؐ کے درمیان ایک یادو نیزے کا فاصلہ تھا۔ ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل کا شرہ تھا کہ قرون وسطی کے دوران مسلمانوں نے عالم اسلام کے مختلف شہروں میں جدا میوں کے لیے نہ صرف علیحدہ ہستیال قائم کیے تھے بلکہ انھیں شہر سے باہر علیحدہ بستیوں میں بسا یا جاتا تھا۔ ان بستیوں کو ”الخارہ“ کہا جاتا تھا۔ ان میں بنیادی اور ضروری سہولیات میسر ہوتی تھیں۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ”جس علاقے میں دبادے پھوٹی ہو وہاں مت جاؤ،“ ایک مرفوع روایت میں آیا ہے کہ ”دبادے میں گھسے رہنا بہلکت ہے،“ امام غزالیؒ کا بیان ہے کہ ”جو لوگ ابھی شہر

میں داخل نہیں ہوئے ہیں، ان کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ باہر رہیں، کیوں کہ ابھی تک متعفناً اور زہریلی ہوا ان پر اثر انداز نہیں ہوئی ہے۔ امام موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ ”اگر شہر میں مریضوں کی دیکھ بھال کے لیے کوئی نہ ہو، تو مریضوں کی اعانت کے لیے کچھ لوگوں کا شہر میں جانا مستحب قرار پاسکتا ہے“۔ اس سے طبعی عملے اور ان کے معاونین کی کارکردگی کا لائق تحسین ہونا معلوم ہوتا ہے۔

آفات و آلام اور بیماری سے بچنے کے لیے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازمی اور مستحسن ہے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو اپنا بجاوہ کرنے کا حکم دیا ہے، نماز خوف میں ہتھیاروں سے لیس رہنے کی تاکید کی ہے۔ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لیے ہتھیار درست اور گھوڑے تیار کھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مریض اور مسافر کے لیے یا پانی نہ ملنے کی صورت تیم کی اجازت دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو دشمنوں کی تعاقب سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ ”میرے بندوں کو رات میں لے کر چل“، اس حکم میں ایک مصلحت یہ تھی کہ دشمن کو پتا نہ لگے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی نظروں سے بچنے کے لیے غار ثور میں پناہ لی تھی۔

اسباب کو کلی طور پر ترک کرنا تو کل نہیں ہے۔ آپؐ سے ایک شخص نے اونٹ کھلا چھوڑنے اور اللہ پر توکل کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ”اونٹ کے پاؤں میں دونالگا و اور توکل کرو“۔

بیماری اور علاج کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں ڈاکٹروں اور معالجوں کے لیے وافر ذخیرہ موجود ہے۔ چنانچہ ’الطب السنوی‘ کے عنوانات سے علماء اسلام نے متعدد کتابیں تصنیف کی ہیں۔ امام ابن قیم نے سیرت کی مشہور کتاب زاد المعاد میں طب نبوی پر شان دار مواد جمع کیا ہے، جس میں کم و بیش ایسی دواؤں کا تذکرہ ہے۔ عہد رسالت میں حارث بن کلدہ عربوں کے مشہور طبیب تھے۔ انھوں نے ”جبدی شاپور“ کے مدرسے میں طب کا علم حاصل کیا تھا۔ حضرت سعد بن وقارؓ بیمار ہوئے تو آپؐ نے حارث بن کلدہ کو طلب فرمایا۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ ”اللہ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفائے ہو“۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ”حارث سے علاج کراؤ“۔ آپؐ نے حضرت سعد بن معاذ کی نصہ کھلوائی۔ حضرت سعد بن زرارة کو داغ لگوایا۔ حضرت علیؓ

آشوبِ چشم میں بیٹلا تھے تو ان سے فرمایا کہ ”کبھی ریس نہ کھاؤ۔“
آپؐ ہر شب سرمه لگایا کرتے تھے۔ ہر ماہ پچھے لگواتے تھے اور ہر سال سنہ کا جلاب لایا
کرتے تھے۔ زخم پر مٹی لگاتے تھے۔ پھنسنی یا پھوڑے پر مہندی لگاتے تھے۔ سر درد میں آپؐ نے
مہندی کا لیپ کرایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں حفظان صحت کے بہترین اصول و آداب
موجود ہیں۔ آپؐ نے گھروں اور صحنوں کو صاف ستر کرنے کا حکم دیا۔ راستوں سے تکلیف دہ اور
گندی چیزوں کے ہٹانے کی تاکید کی۔ آپؐ ہمیشہ مسوک کیا کرتے تھے۔ امت کو بھی مسوک کا
حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہاتھوں کی صفائی کا حکم آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی چھینک آتی تو آپؐ اپنے ہاتھ یا کپڑے سے منہ ڈھانک
لیتے اور آواز دھیکی کر لیتے۔“

آج پوری دنیا کے ذرائع ابلاغ بتارہ ہے ہیں کہ ہاتھوں کو صابن سے دھویا کریں اور چھینتے
وقت کہنی یا کپڑے سے منہ کو ڈھکلیں۔ ایک حالیہ تجزیے میں آیا ہے کہ چھینتے وقت جو چھوٹے
قطرات منہ سے نکلتے ہیں وہ آٹھ میٹر کی دوری تک دوسرے شخص کو متاثر کر سکتے ہیں۔ سنت رسولؐ
میں دنیا کے لیے کتنی بہترین رہنمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ حسی اہم عبادت میں بھی احوال و ظروف کا خیال فرمایا
ہے۔ آپؐ کافر مان ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو اس کو ہمکی نماز پڑھانی
چاہیے، کیوں کہ ان میں کمزور، ناتواں، بیمار اور کام والے ہوتے ہیں۔ آپؐ کا ارشاد ہے کہ ”میں
نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اسے طویل کر دوں۔ بھر بنج کے رونے کی آواز سنتا
ہوں تو اپنی نماز میں تنخیف کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے وہ صدمہ معلوم ہے جو بنج کی ماں کو اس کے
رونے سے ہوگا۔“ آپؐ جب آسمان کے افق پر ابر دیکھتے تو کام چھوڑ دیتے اور اگر نماز میں ہوتے تو
نماز کو مختصر پڑھ لیتے اور بھر دعا کرتے؟ اے اللہ، میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

سفر میں تاریک یا باش و الی راتِ مذہن کو یہ منادی کرنے کا حکم دیتے کہ تم لوگ اپنی رہائش گاہ
ہی میں نماز پڑھ لو۔ آپؐ نے مرض یا خوف کو نماز جمعہ کے لیے نہ آنے کا عذر قرار دیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے ایک دن، جب بارش ہو رہی تھی، موذن کو حکم دیا کہ اذان میں اشہد آن محمد الرسول اللہ کہنے کے بعد یہ کہو: صلوٰۃ بیوٰتکم (اپنے گھروں میں نماز پڑھو)۔ لوگوں کو اس سے تجھب ہوا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: ”ایسا ہی اس ذات مقدس نے فرمایا ہے جو مجھ سے بہتر تھی (یعنی نبی)۔ جمع فرض ہے اور مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ تھیس گھروں سے بلاں اور تم کچڑ اور پھسلنے کی جگہوں سے گزر کر مسجد پہنچو۔“

واباؤں کے بارے میں مؤرخین نے جو تفصیلات اپنی تواریخ میں درج کی ہیں، ان سے بھی بہت کچھ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ بعض علماء طاعون کے موضوع پر مستقل کتابیں اور رسائل تحریر کیے ہیں۔ ایک تصنیف شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانیؓ نے تحریر کی ہے، جس میں انہوں نے اس ’طاعون‘ کے بارے میں جو مصر میں ۷۴۹ھ میں پھوٹا تھا اور پھر ۸۳۳ھ میں بھی نمودار ہوا تھا، لکھا ہے کہ قاہرہ میں جب وبا پھوٹی تو ۴۰۰ سے کم افراد فوت ہوئے۔ پھر لوگوں نے اجتماعی دعا کرنے کے بعد جب لوگ شہر کی طرف واپس آئے تو ہلاکتوں میں اضافہ ہو گیا اور روزانہ ہلاکتوں کی تعداد ایک ہزار سے بڑھ گئی۔ اضافہ کی وجہ یہ تھی کہ اجتماعی دعا میں جب لوگ جمع ہوئے تو تندرست اور بیار لوگوں کا اختلاط ہوا، جس سے بیاری دوسرے لوگوں کو بھی لگ گئی تھی۔ مصر کی وبا کا تذکرہ ابن کثیرؓ نے بھی کیا ہے۔

اوپر جس طاعون کا ذکر کیا گیا، وہی طاعون ہے جو یورپ میں ۱۳۴۸ء میں بھی پھوٹا تھا اور جس نے نہ صرف پورے یورپ کو بلکہ مشرق و سلطی کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔ مؤرخین کے بیان کے مطابق یورپ کی نصف آبادی اسی طاعون میں ہلاک ہوئی تھی اور ۱۳۵۰ء یعنی دو سال تک وبا کا زور رہا۔ یورپ میں اسے Black Death کا نام دیا گیا۔ مشرق و سلطی میں اس کے پھوٹنے کا تذکرہ حافظ ابن حجر عسقلانیؓ اور دوسرے مؤرخین نے کیا ہے۔ دمشق میں اس کی ہولناکیوں کے بارے میں حافظ ابن کثیرؓ نے تفصیل دی ہے۔ یورپ کی کالی وبا نے مشرق و سلطی میں جوتا ہی مچائی تھی، اس کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفر نامہ میں کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ”اس وبا سے دمشق میں روزانہ دو ہزار لوگ موت کے منہ میں چلے جاتے تھے اور قاہرہ اور مصر میں روزانہ

۲۳، ۲۳ ہزار لوگ دنیا سے رخصت ہوتے تھے۔“

کالی وبا کے زمانے ۱۳۴۰ء میں طاعون کے موضوع پر یورپ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس میں دو بہترین شاہکار مسلمان حکماء تحریر کیے ہیں۔ اہل یونان نے طاعون کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا مگر حکماء اسلام نے چیک، خسرہ اور طاعون کے بارے میں اپنی نادر اختراعات اور گراں قدر خیالات سے بنی نوع انسان کی رہنمائی کا کارنامہ انجام دیا۔ شیخ الرئیس حکیم بعلی سینا کو پہلی دفعہ سو جھا کہ بعض بیماریاں ایک بیمار سے دوسرے شخص کو لگتی ہیں۔ انہوں نے اس کے لیے ایک تجربہ کیا اور ایک شخص کو چالیس دنوں کے لیے دوسرے لوگوں سے علیحدہ (Isolation) رکھا۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔ بیماری قابو میں رہی۔ اسے انہوں نے ”اربعینہ“ کا نام دیا۔ بعد میں یہ طریقہ مسلمانوں میں عام ہو گیا۔ اٹلی کے وینس سے کچھ تاجر جب مسلمان ملکوں میں آئے، تو وہ ”اربعینہ“ سے واقف ہو گئے۔ انہوں نے متعدد بیماری کو قابو کرنے کے لیے بیکی ”اربعینہ“ (چالیس) اپنے ملک میں آزمایا اور اسے ”قرنطینہ“ کا نام دیا، جو اربعینہ کا ترجمہ ہے۔ شیخ الرئیس کا یہی اربعینہ آج ”قرنطینہ“ کے نام سے پوری دنیا میں معروف اور رائج ہے۔

اوپر جن دو مسلمان حکماء کے شاہکاروں کا ذکر آیا تھا، ان میں غناطہ کے نامور حکیم اور مؤرخ لسان الدین ابن الخطیب (م: ۷۶۰ھ / ۱۳۴۷ء) ہیں۔ جھنپول نے ان لوگوں کو جو یہ مانے کو تیار نہ تھے کہ بیماریاں اڑ کر لگتی ہیں: جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ”و باً امراض کے تدعاً کا وجود تجربہ، مطالعہ، حواسِ خمسہ کی شہادتوں اور معتبر اطلاعات سے ثابت ہے۔ و باً کی حقیقت اس وقت واضح ہو جاتی ہے جب کوئی محقق یہ دیکھتا ہے کہ مریض کو چھوٹے والا خود بھی اسی مرض میں بیٹلا ہو جاتا ہے، جب کہ دُور رہنے والا شخص اس سے محفوظ رہتا ہے۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ یہ مرض بیماروں کے کپڑوں، برتنوں اور زیوروں، کان کے آؤیزوں کے استعمال اور ایک گھر کے آدمیوں سے دوسرے لوگوں کو لگ گیا۔ مزید براں طاعون زدہ علاقے سے آئے لوگ جب غیر متاثرہ بذرگاہ پر پہنچ تو وہاں بھی یہ بیماری پھیل گئی۔“

وبا کے بارے میں دوسری اہم تحریر اپسین کے ابن خاکم (م: ۷۷۵ھ / ۱۳۶۹ء) کی ہے۔ انہوں نے طاعون کے موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے، جسے میکس میر ہوف (۱۸۷۳ء - ۱۹۳۵ء)

نے ان تمام رسالوں سے حد درجہ فائق قرار دیا ہے، جو چودھویں اور سوٹھویں صدی کے درمیان پورپ میں تحریر کیے گئے۔ ابن خاتمہ نے رسالے میں لکھا ہے کہ ”میرے طویل تجربے کا نتیجہ ہے کہ اگر کوئی کسی طاعون زدہ مریض کے ساتھ ربط رکھتا ہے، تو اسے فوراً طاعون لاحق ہو جاتا ہے اور اس میں بھی وہی علامات ظاہر ہوتی ہیں، جو پہلے مریض میں ہیں۔ اگر پہلے مریض کے تھوک میں خون آتا ہے تو دوسرے کو بھی تھوک میں خون آئے گا۔ اگر پہلے مریض کو پھوڑے تکل آئے ہوں، تو دوسرے مریض کو بھی ناسور ہو گا اور اسی طرح دوسرے مریض بھی اس بیماری کو دوسروں تک منتقل کرے گا۔“

ضمون کے خاتمے پر ۱۷۱۱ء میں ڈوگرہ راج کے دوران ایک شخص راولپنڈی سے کوہاں اور اوڑی میں تعینات اہلکاروں کو چکمہ دے کر وادی کشمیر میں داخل ہوا۔ یہ شخص بیماری سے متاثر تھا۔ اس کے ورود سے یہ بیماری وادی کشمیر میں بھی پھیل گئی۔

خلاصہ تحریر ہے کہ کورونا وائرس، کی وبا کے بارے میں آج جو احتیاطی تداہیر اختیار کی جا رہی ہیں، وہ اسلام ہی کی دین ہیں۔ طہارت و نظافت، بدن کی صفائی، چھینکتے وقت منہ کو کپڑے یا ہاتھ سے ڈھکنا، ہاتھوں کو بار بار دھونا، ملاقاتی سے کم از کم ایک میٹر دور رہنا، متاثرہ افراد سے بے تکلف ربط نہ رکھنا، دوسرے لوگوں سے سماجی دوری بنائے رکھنا، قرنطینہ سازی، میل جوں کم کر کے گھروں میں رہنا، متاثر افراد کا دوسری جگہوں پر نہ جانا اور لوگوں سے نہ ملننا، گھروں میں توبہ و استغفار اور ذکر و اذکار اور عبادات میں مشغول رہنا: یہ سب اسلام ہی کی تعلیمات ہیں، جن پر عمل کر کے پوری انسانیت اس بیماری سے نجات پا سکتی ہے۔

عالمی ترجمان القرآن

(اپریل ۲۰۲۰ء)

کاشم رکھنے والوں کی دبادبے سے شائع نہ ہو سکا،

تاہم انسٹرینٹ پرستیاب ہے